THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, November 08, 2010

(65th Session)

Volume IX No. 06

(Nos. 01-09)

CONTENTS

Pages

1. Recitation from the Holy Quran………………………….. 1
2. Leave of Absence……………………………………...... 2-4
3 Privilege Motion: Indifferent Behaviour of RPO……….. 5-7
4. Further discussion on price hike....................................... 8-23
5. Points of Order:
   i) Scarcity of Funds for Development Projects in Balochistan…………………………………………… 24
   ii) Lacuna in Deputation Rules………………………….. 25-32

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume IX No.06 **SP. IX(06)/2010** 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, November 08, 2010

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at thirty five minutes past three in the evening with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ ؕ وَ
کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًا ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ
رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ تَرٰىہُمۡ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانًا ۫
سِیۡمَاہُمۡ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ ذٰلِکَ مَثَلُہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ ۚۖۛ وَ
مَثَلُہُمۡ فِی الۡاِنۡجِیۡلِ ۚ۟ۛ کَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰی عَلٰی
سُوۡقِہٖ یُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیۡظَ بِہِمُ الۡکُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ مِنۡہُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ۔

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اسے ہر ایک دین پر غالب کرے اور اللہ کی شہادت کافی ہے۔ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع و سجود کر رہے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی تلاش کرتے ہیں ان کی شناخت ان کے چہروں میں سجدہ کا نشان ہے۔ یہی وصف ان کا تورات میں ہے اور انجیل

میں ان کا وصف ہے مثل اس کھیتی کے جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اسے قوی کر دیا پھر موٹی ہو گئی پھر اپنے تنا پر کھڑی ہو گئی، کسانوں کو خوش کرنے لگی تا کہ اللہ ان کی وجہ سے کفار کو غصہ دلائے۔ اللہ نے ان میں سے ایمان داروں اور نیک کام کرنے والوں کے لئے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

(سورۃالفتح آیات: ۲۸ تا ۲۹)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Leave applications

Leave of Absence

جناب چیئرمین: جناب ایس ایم ظفر صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا آج مورخہ ۸ نومبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب عدنان خان صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۵ اور ۸ نومبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب وسیم سجاد صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ یکم، دو اور ۵ نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب محمد کاظم خان صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ ۸ نومبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ عافیہ ضیا صاحبہ فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے ملک سے باہر ہیں، اس لیے انہوں نے حالیہ مکمل اجلاس کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : محترمہ ریحانہ یحییٰ بلوچ صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ یکم تا پانچ نومبر اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ سبینہ رؤف صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ پانچ نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : سیدہ صغریٰ امام صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ تین نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں، اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۸ تا ۱۲ نومبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: بیگم نجمہ حمید صاحبہ نے ذاتی مصروفیات کی بناء پر آج مورخہ ۸ نومبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ رتنا صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۳ تا ۵ نومبر اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سردار محمد جمال خان لغاری صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۳ تا ۸ نومبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب سلیم سیف اللہ خان صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ ۸ نومبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب نجم الدین خان صاحب وزیر برائے ریاستیں اور سرحدی امور نے اطلاع دی ہے کہ وہ چکدرہ کے سرکاری دورہ پر ہیں اس لیے آج مورخہ ۸ نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ ذرا Legislative Business لے لیں۔ پروفیسر خورشید صاحب موجود ہیں؟ نہیں ہیں۔ Defer کر دیتے ہیں، .item No.2 deferred along with 3 سلیم سیف اللہ خان صاحب موجود نہیں ہیں .Item No. 4 and 5 deferred سلیم سیف اللہ خان صاحب موجود نہیں ہیں .item No. 6 and 7 deferred وسیم سجاد صاحب موجود ہیں؟ نہیں ہیں item No. 8 and 9 deferred. ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب نہیں ہیں deferred. Further discussion بعد میں لے لیتے ہیں۔ موشن دیکھ لیتے ہیں۔ آیٹم نمبر ۱۲ کرنل سید طاہر حسین مشہدی صاحب موجود ہیں؟ نہیں ہیں، .deferred آیٹم نمبر ۱۳ محمد طلحہ محمود صاحب موجود ہیں؟ نہیں ہیں، .deferred محمد اسمٰعیل بلیدی صاحب آیٹم نمبر ۱۴ نہیں ہیں .deferred آیٹم نمبر ۱۵ محمد صالح شاہ، حافظ رشید احمد، جناب محمد ادریس خان صافی، مولانا گل نصیب خان اور جناب عبدالرازق صاحب موشن پر بحث کرنا چاہیں گے؟ چلو اس کو دیکھ لیتے ہیں۔ طاہر مشہدی صاحب آیٹم نمبر ۱۶ موجود نہیں ہیں .deferred آیٹم نمبر ۱۷ ڈاکٹر خالد محمود سومرو موجود نہیں ہیں .deferred

سینیٹر حافظ رشید احمد: ہمارا موشن نہیں لیا گیا۔

جناب چیئرمین: آپ کا موشن میں نے رکھا ہے، defer نہیں کیا آپ گھبرا کیوں جاتے ہیں۔ صبر ہونا چاہیے۔ ,Resolutions آیٹم نمبر ۱۸ محمد علی درانی صاحب موجود ہیں؟ نہیں ہیں، .deferred آیٹم نمبر ۱۹ حاجی غلام علی صاحب موجود ہیں؟ نہیں ہیں .deferred آیٹم نمبر ۲۰ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی صاحب موجود ہیں؟ نہیں ہیں .deferred آیٹم نمبر ۲۱ طلحہ محمود صاحب

موجود ہیں؟ نہیں ہیں .deferred آئٹم ۲ ۲ آپ موجود ہیں۔ Call Attention Notice item
No. 23. سینیٹر پروفیسر خورشید صاحب موجود ہیں؟ نہیں ہیں.deferred کوئی privilege motion تو نہیں ہے۔

Privilege Motion: Indifferent Behaviour of RPO.

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب والا! میرا privilege motion ہے، میں راولپنڈی میں رہتا ہوں وہاں پر ایک غیر قانونی این جی او تھی جہاں پر کچھ لوگ ایسے آتے رہے جن کا پتا نہیں چل رہا تھا کہ کون ہیں۔ میں نے راولپنڈی کے RPO کو فون کیا، میں چاہتا تھا کہ ان سے بات کروں کہ یہ رہائشی علاقہ میں ہے جہاں پر لوگ رہتے ہیں یہ غیر قانونی ہے اس این جی او کو یہاں سے ہٹایا جائے لیکن RPO صاحب نے نہ صرف مجھے جواب نہیں دیا بلکہ جواب ملتا کہ وہ اٹک گئے ہوئے ہیں، میں نے اٹک میں بھی کال کی وہاں سے بھی کوئی جواب نہیں آیا، ایک ہفتہ گزرنے کے بعد ایک واقعہ پیش آیا کہ میرے گھر سے میرے دوست کی گاڑی چرا لی گئی۔ اس کے بعد میں نے RPO کو پھر فون کیا اور اس نے دو گھنٹے کے بعد SHO کو بھیج دیا۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ RPO صاحب مجھے ملیں، میں نے آفس میں فون کیا پتا چلا کہ وہ میٹنگ میں ہیں، میں نے IG پنجاب کو فون کیا، IG پنجاب کا اس وقت تو response آیا لیکن اس کے بعد دو دن سے مسلسل میں IG پنجاب کو ڈھونڈ تا رہا اور میں ان کو یہ کہنے والا تھا کہ آپ روز اخبارات میں دیکھتے ہیں کہ راولپنڈی سے روزانہ تین سے چار گاڑیاں چوری ہو رہی ہیں لیکن کوئی دیکھنے والا نہیں کیونکہ پنڈی کی پولیس خود ملوث ہے اس کے ثبوت میرے پاس موجود ہیں۔ جناب والا! میں ایک پارلیمنٹیرین ہوں، جب میں کال کر رہا تھا تو اس کا فرض بنتا تھا کہ وہ مجھے واپس کال کریں، اگر میری صورت حال یہ ہے تو آپ سوچیں کہ عوام کا کیا حال ہوگا۔ اس لیے پورے پارلیمنٹ کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میرا استحقاق مجروح ہوا ہے اس لیے آپ اس کو Privileges Committee کے سپرد کر دیں۔

جناب چیئرمین: جی بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری (قائد ایوان): اس کو refer کر دیں۔

Mr. Chairman: It is referred to the concerned standing committee.

حافظ صاحب آپ کے جو motions ہیں اس پر SAFRON کے وزیر نہیں ہیں ان کی چھٹی کی درخواست آئی ہوئی ہے اس لیے اس کو defer کرنا پڑے گا۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب والا! میری تجویز یہ ہوگی ورنہ جس طرح آپ مناسب سمجھتے ہیں۔ میری تجویز یہ ہے چونکہ اور کارروائی نہیں ہوگی اگر اس پر بحث ہو جائے تو یہ نمبر بھی گزر جائے گا۔

جناب چیئرمین: آپ بحث تو کر لیں گے، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا مگر جواب نہیں آ سکے گا۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: میرے خیال میں یہ کوئی خاص ہے بھی نہیں۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں commenced motion on price hike and economy پر کوئی تقریر کرنا چاہے گا۔ پہلے commenced motion دیکھ لیتے ہیں۔ تقریر کرنے کے لیے کوئی ہے؟

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: میں تقریر کرنا چاہتا ہوں۔

Mr. Chairman: Bokhari sahib, would you like to say something?

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, I would request you to give an opportunity to the Minister for Health who is present here to give statement about the Dengue Fever. He has to go to the National Assembly also.

جناب چیئرمین: جی بالکل، ہیلتھ منسٹر صاحب۔

Makhdoom Shahabuddin (Federal Minister for Health): Thank you Mr. Chairman. This was on Wednesday. You are kind enough, you afforded me the opportunity to give an exhaustive overview on the Dengue Fever. There were certain things that the honourable Members had asked and they asked about the latest dispositions as far as KPK, Punjab, Sindh and Balochistan are

concerned. So I called all the relevant people. I had a meeting with them. The Officer-in-Charge of Epidemic Investigation, NIH was there, Director, Malaria Control Programme was there, why malaria because you see this fogging and spraying is done through the Malaria Programme. Senior Federal Entomologist was there, focal person on Dengue from Sindh was there, KPK's Provincial Coordinators for "Call Back Malaria and Dengue" were there. They were all over there.

I was told that in Balochistan there was no Dengue Fever at all by the grace of Almighty Allah. In KPK, there were 131 suspected and 43 were confirmed and there were two deaths. When I asked how did these deaths occur? I was given the answer that these two deaths occurred because both of the persons had come from Lahore and perhaps they went through this infection in Lahore. On the whole, even KPK is also relatively free of Dengue and they are going in a big way as far as fogging is concerned.

So in Punjab, in Rawalpindi, within four days there have been two deaths. I know why they keep on saying the things are in this state but they are going in a very robust way. In Sindh, there have been 17 deaths, fifteen in Karachi and two in the interior. So they are also going in a big way as far fogging and spraying are concerned.

Now, why this happened? Last time I had made a submission in this august House that because of the floods, the entire attention of the provincial authorities was towards the floods and displaced people, trying to save them and trying to provide them with the food and all that, hence, this got delayed. Now, the provinces are at it and I am really confident, Insha-Allah, there will be no Dengue Fever. Thank you.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ پروفیسر ابراہیم صاحب۔

Further Discussion on Price Hike

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! سیلاب کی وجہ سے ملک کی معاشی صورت حال جو اس وقت بن گئی ہے اگرچہ اس سے پہلے بھی یہ ملک اور عوام مہنگائی کی لپیٹ میں تھے لیکن سیلاب کی وجہ سے مہنگائی کا طوفان مزید بڑھا ہے اور معاشی صورت حال میں مزید ابتری پیدا ہوئی ہے۔ جناب چیئرمین! اس وقت عوام کو حکومت کی طرف سے جو relief دینے کی کوشش ہو رہی ہے، ان کو سہارا دینے کے لیے وطن کارڈ کے ذریعے پیسے ملیں گے اور اس کے ذریعے ان کی حالت بہتر ہو گی اور یہ بات بحالی پروگرام کی بنیاد کے طور پر بتائی جا رہی ہے۔ جناب چیئرمین! مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس وطن کارڈ کا پروگرام بھی کماحقہ شروع نہیں ہو سکا ہے۔ جولائی کے آخر میں سیلاب آیا اور اب ہم نومبر کے آغاز میں ہیں اور اب تک عوام کو وہ relief نہیں پہنچا سکے۔ مجھے اپنے صوبے میں معلوم ہے کہ سیلاب کے دوران جو وفات پا چکے ہیں ان کے لواحقین کو ۳ لاکھ روپے ملے اور جو شدید زخمی تھے ان کو ایک لاکھ روپیہ ملا۔ وطن کارڈ کے پروگرام کے اس وقت بھی اعلانات ہوتے رہے اور یہ کہا گیا کہ ہم نے سروے مکمل نہیں کیا اور سروے مکمل ہونے کے بعد وطن کارڈ جاری ہوگا اور بحالی کا پروگرام جاری ہوگا لیکن وطن کارڈ جاری کرنے میں کئی مہینے لگیں گے اور بحالی کے لیے امداد، وہ تو اونٹ کے منہ میں زیرے کے مترادف ہے۔ بحالی کا پروگرام تو سرے سے ہے ہی نہیں۔ اس سے شاید کوئی مدد نہ ہو لیکن افسوس ناک صورت حال یہ ہے کہ وطن کارڈ کے بارے میں سنگین شکایات ہیں کہ یہ مستحقین تک نہیں پہنچ رہا، اس میں اقربا پروری ہو رہی ہے۔ حکومت میں شامل افراد اور ممبران کے چہیتوں اور ان کے قریبی عزیزوں کو وطن کارڈ دیے جا رہے ہیں چاہے وہ سیلاب سے متاثر ہی نہ ہوں اور جو سیلاب سے حقیقی طور پر متاثر ہیں جناب چیئرمین! ان کو وطن کارڈ نہیں مل رہا اس لیے میں آپ کی وساطت سے حکومت سے پرزور اپیل کرتا ہوں اور ان سے درخواست کرتا ہوں کہ از راہ خدا اس وقت اس صورت حال کو بہتر بنانے کی کوشش کی جائے، اس میں اقربا پروری اور کرپشن کو ختم کیا جائے اور صاف اور شفاف طریقے سے مستحقین تک امداد پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ ورنہ صورت حال ایسا رخ اختیار کر جائے

گی کہ حکومت شاید نہ رہ سکے اور حکومت اس سیلاب کے اندر بہہ جائے۔ حکومت چاہتی ہے کہ اس کے لیے استحکام ہو اور وہ اس بہانے سے کہ جمہوریت کو خطرہ ہے۔ حکومت شاید پھر نہ بچ سکے۔

جناب چیئرمین! آج کی پوزیشن یہ ہے کہ چینی کی قیمت 125 روپے فی کلو تک پہنچ گئی ہے ہر چیز 100 روپے کو touch کر رہی ہے اور 100 سے اوپر ہر دال اور اشیائے ضرورت کی قیمتیں پہنچ رہی ہیں۔ جناب چیئرمین! اس صورت حال میں حکومت خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہی ہے۔ اس سیلاب کے حوالے سے حکومت نے باہر کی دنیا سے امداد لینے کی کوشش کی اور جو اپیلیں ہوئیں، ان میں بھی باہر کی دنیا اور بین الاقوامی سطح پر ہماری انتہائی سبکی ہوئی جب UN کی سطح پر یہ کہا گیا کہ یہ امداد حکومت پاکستان کو براہ راست ہم نہیں دیں گے۔ 20% اور 40% کی کبھی بات ہوتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ باقی امداد NGOs کے ذریعے دی جائے گی یہ بھی انتہائی افسوس ناک صورت حال ہے اور ہماری حکومت پر بین الاقوامی سطح پر ایک عدم اعتماد ہے۔ بین الاقوامی اداروں اور donors کو اعتماد نہیں ہے۔ ہماری حکومت چاہے وہ صوبائی سطح پر ہو یا مرکزی سطح کی ہو وہ مستحقین تک امداد نہیں پہنچا سکے گی۔ اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے حکومت کو اپنا اعتماد بحال کرنا پڑے گا اور اپنی صفوں کے اندر کرپشن کو کنٹرول کرنے کے لیے کوشش کرنی پڑے گی اور حکومت کے اپنے وسائل ان مستحق لوگوں تک پہنچانے کی کوشش لازمی ہے اس کے بغیر اس صورت حال پر قابو نہیں پایا جا سکتا اور یہ صورت حال مزید پیچیدہ تر ہوگی اور اس صورت حال میں شاید حکومت جمہوریت کے بہانے سے بھی اپنے آپ کو برقرار نہ رکھ سکے۔ اس لیے اگر حکومت استحکام چاہتی ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ کرپشن کو کنٹرول کرلے۔ شفاف طریقے سے امداد مستحقین تک پہنچائے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ Next speaker حاجی غلام علی صاحب آپ آج economy and price hike پر تقریر پسند کریں گے۔

سینیٹر حاجی غلام علی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب بہت شکریہ۔ مجھ سے پہلے میرے معزز فاضل ممبر نے اس پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت مہنگائی کی جو لہر آئی ہے تو حکومت کی اور خصوصاً صوبائی حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کو کنٹرول کیا جائے ۔ اگر مہنگائی کی رفتار اس انداز سے ہی رہی تو شاید اس ملک میں اتنی بدنظمی پیدا ہو

جائے گی کہ اس کو کنٹرول کرنا مشکل ہو جائے گا کیونکہ آج ایک دن میں چینی میں 30 روپے فی کلو اضافہ ہوا ہے تو کیا ہمیں وہ وقت یاد نہیں ہے کہ جب دو آنے چینی مہنگی ہو گئی تھی اور پوری حکومت اور جابر حکمران کی حکومت کا خاتمہ ممکن ہو گیا تھااور آج تیس روپے فی کلو چینی کی قیمت بڑھ گئی ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ خدارا! حکومت اور ان تمام اداروں کی فوج ظفر موج بیٹھ کر دیکھے کہ آخر اس مہنگائی کا سبب کیا ہے۔ ہم کیوں اس ملک میں اتنے ناکام ہو چکے ہیں کہ ہمیں یہ بھی پتا نہیں کہ اس ملک میں چینی کا مصرف کتنا ہے، آٹے کا مصرف کتنا ہے؟ اگر ہم یہ حساب بھی نہیں لگا سکے تو ہم ان باریکیوں میں کس طرح جاسکتے ہیں کہ ہماری عوام کے لیے دیگر سہولیات کے حساب کتاب کا کیا حشر ہو گا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ہم اس سے منسلک اداروں کے تمام ذمے داران کے خلاف کارروائی کرنے کی حکومت سے سفارش کرتے ہیں کہ کیوں انہوں نے پہلے سے چینی نہیں منگوائی؟ اور اسی طرح اس کا طریقہ کار کیوں وضع نہیں کیا؟ وزیر اعظم صاحب نے اس ایوان میں اعلان کیا ہے، بجٹ کا فیصلہ ہے کہ کسی بھی معمولی ملازم کی تنخواہ سات ہزار روپے ماہوار سے کم نہیں ہو گی۔ میں چیلنج سے کہتا ہوں کہ اس پر عملدرآمد نہیں ہو رہا۔ چترال میں ریڈیو پاکستان کے ملازمین کو تین ہزار چار سو روپے ماہوار ابھی بھی مل رہے ہیں۔ پشاور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے ہزاروں لوگوں کو چار ہزار روپے ماہوار مل رہے ہیں۔ وہ وزیر اعظم صاحب کا اعلان نہیں مان رہے ہیں۔ جب اجلاسوں میں کہتے ہیں، کمیٹی کے اجلاسوں میں کہتے ہیں کہ آپ تین ہزار چار سو روپے چترال کے ان پہاڑوں میں ڈبل ایم اے والے کو کس طرح تنخواہ دیتے ہیں؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارا یہ فیصلہ ہے، اصول ہے۔ تین ہزار چار سو روپے اور چار ہزار روپے میں کیا ایک غریب آدمی اس ملک میں چائے کی پیالی پی سکتا ہے؟ کھانا، گوشت، دال، سبزی اپنی جگہ۔ آپ خود فیصلہ کر لیں کہ غریب کے پانچ چھ بچے ہوتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ بجلی چوری ہو رہی ہے۔ سوئی گیس چوری ہو رہی ہے۔ میں اس دن ایک علاقے میں گیا، یہ سیٹل ایریا تھا۔ پہلی بار میں نے دیکھا کہ سوئی گیس کے ڈائریکٹ کنکشن لیے گئے ہیں۔ میں نے اسی وقت جی ایم کو فون کیا کہ اس چیز کو کنٹرول کرو۔ فلاں فلاں علاقے میں سوئی گیس کی پائپ لائن میں پلاسٹک کے پائپ ڈال کر لوگوں نے گھروں کے لیے direct connection لیے ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا گزارہ نہیں ہو رہا۔ تقریباً ستر فیصد لوگوں نے بجلی کے direct connection لیے ہوئے ہیں۔ حکومت کچھ نہیں کر سکتی۔ پچھلے دنوں میں اخباروں میں آیا تھا کہ پانچ سو روپے کی روٹی تھی۔ لوگوں نے تندور والوں کو لوٹا، جتنی روٹیاں تھیں وہ لے گئے۔

آخر یہ لوگ، غریب عوام کن routes پر جائیں گے۔ ہم خود ان کو دہشت گرد بنا رہے ہیں۔ ان کو بدمعاش بنا رہے ہیں۔ یا کوئی بھوکا اپنا پیٹ بھرنے کے لیے یہ اقدام کر رہا ہے۔ آپ خود فیصلہ کریں۔ اس لیے میری گزارش ہو گی کہ اس وقت مہنگائی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور ان دونوں ایوانوں کا یہ فرض بنتا ہے ، فنانس منسٹری، فنانس منسٹر کی یہ ذمے داری بنتی ہے۔ وزیر اعظم کے اعلان کے مطابق اگر سات ہزار روپے ماہوار تنخواہ دے بھی دی جائے تو وہ سات ہزار روپے میں ایک غریب آدمی کا بجٹ بنا کر دکھا دیں، تب پاکستان کا جو بجٹ بنے گا، وہ ٹھیک ہو گا۔ جب سات ہزار روپے میں کسی غریب آدمی کا بجٹ نہیں بنتا، ہمارے وسائل نہیں کہ ہم تنخواہوں میں اضافہ کریں۔ اس ملک میں امیر، امیر تر ہوتا جا رہا ہے۔ غریب، غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ ہمارے کارخانے بند ہو رہے ہیں۔ سوئی گیس، بجلی کی لوڈشیڈنگ کی وجہ سے ایک ہزار چھ سو ستاسی بڑی فیکٹریاں بند ہو گئی ہیں۔ گزشتہ تین دنوں میں، میں گجرات، گوجرانوالہ،وزیر آباد، لاہور کے visit پر تھا۔ جناب چیئرمین! میں آپ کو اور آپ کی وساطت سے حکومت کو بتانا چاہتا ہوں کہ چند گھنٹوں بعد تمام صنعتکار سڑکوں پر نکلیں گے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ ہماری ایک ہزار چھ سو ستاسی فیکٹریاں بند ہو چکی ہیں۔ ہمیں گیس نہیں مل رہی۔ ہمیں بجلی نہیں مل رہی۔ جب ہماری گیس بند ہو جاتی ہے تو ہماری بھٹیاں سات دن تک گرم نہیں ہوتیں اور جب ہم انہیں گرم کر لیتے ہیں تو دوبارہ گیس کی لوڈشیڈنگ شروع ہو جاتی ہے۔ جس ملک میں انڈسٹری کا یہ حال ہو تو آپ بتائیں اس ملک میں بے روزگاری کے سیلاب کو کون روک سکے گا؟ ہم نہ انڈسٹری کو مراعات دے سکے۔ نہ انڈسٹری کی growth کے لیے کوئی ایسا اقدام کیا کہ جس سے یہاں پر industrialization ہو۔ ہم نے نہ تجارت کو فروغ دیا اور نہ ہی تاجروں کو تحفظ دیا اور نہ ہی اپنے غریب لوگوں کو تحفظ دیا۔ نہ ہی ہم نے نوکری پیشہ، مزدور اور سات ہزار روپے تنخواہ پانے والوں کی سرپرستی کی۔ آپ بتائیں کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں۔ اس ملک میں آج آگ لگ چکی ہے۔ لوگ اس حد کو پہنچ چکے ہیں کہ مساجد میں دھماکے کر رہے ہیں۔ مندروں میں دھماکے کر رہے ہیں۔ گرجا گھروں میں دھماکے کر رہے ہیں۔ امام بارگاہوں میں دھماکے کر رہے ہیں۔ زیارات میں، درباروں میں دھماکے ہو رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ کوئی انسان ایسے نہیں کر سکتا اور جب آدمی بھوکا ہو تو کیا وہ ہمیں ان ایوانوں میں چھوڑ دے گا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بیٹھ کر سنجیدگی سے اس مسئلے کا حل تلاش کریں اور ان لوگوں کو relief دیں۔ ان لوگوں کی تعلیم، صحت، کا بندوبست کریں۔

ابھی حال ہی میں دو ماہ پہلے جو سیلاب آیا تھا۔ ہمارے ملک کے ادارے اتنے زمین بوس ہو چکے ہیں کہ آج پاکستان میں نوے فیصد عوام کہہ رہی ہے کہ وطن کارڈ کی غلط تقسیم ہو رہی ہے۔ ہمارے ادارے، ہمارے افسران، ہمارے institutions ، ان لوگوں کا حساب بھی نہیں کر سکتے کہ ہمارے علاقے میں سیلاب سے، کتنے لوگ، کتنے گھر بہہ گئے ہیں۔ اس پر بھی ہم کہتے ہیں کہ اقربا پروری ہو رہی ہے۔ یہ غلط لوگوں میں تقسیم ہو رہی ہے۔ جناب چیئرمین! پھر تقسیم کا طریقہ کار دیکھیں۔ تیس لاکھ آبادی کے پورے پشاور کو کہا جاتا ہے کہ آپ گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ۱ میں جمع ہو جائیں۔ وہاں ہزاروں لوگ آتے ہیں۔ جب ہزاروں لوگ آتے ہیں تو پولیس کا بس یہ فرض بنتا ہے کہ آپ کے سر پر ڈنڈے مارے۔ وہ ڈنڈے اور آنسو گیس برساتے ہیں کہ لائنوں میں ہو جاؤ۔ ایک منظم سسٹم اس ملک میں تھا، آپ کو چاہیے کہ اس میں تبدیلی لائیں۔ اس کی اچھائی کے لیے کچھ کرتے۔ وہ لوکل گورنمنٹ کا سسٹم تھا۔ آج اگر سیلاب کے دنوں میں، یونین کونسل کے لوگ، متعلقہ یونین کونسل میں بلائے جاتے تو نہ جلوس بنتا، نہ ان کے سروں پر ڈنڈے برسائے جاتے اور نہ وہ ملک دشمن بنتے، نہ وہ سڑکوں پر آتے۔ ہم کہتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ ہماری حکومت، ہماری بیورو کریسی، ادارے مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں۔ اس لیے کہ ہم کسی بھی جگہ پر کسی کو سکول میں داخل نہیں کرا سکتے۔ ہسپتالوں میں علاج نہیں کرا سکتے۔ عام طریقے سے ہم شناختی کارڈ حاصل نہیں کر سکتے۔ پاسپورٹ، بجلی کا کنکشن، even drinking water supply کا connection لینے کے لیے بھی سفارش ڈھونڈنی پڑتی ہے۔ آخر ہم کون سا سسٹم بنا رہے ہیں؟ اس لیے جناب چیئرمین! آپ کی وساطت، اس ایوان کی وساطت سے میری یہ تجویز ہو گی کہ گورنمنٹ کے notice میں یہ بات لائی جائے اور اس کی انکوائری کی جائے، ایوان بالا، قومی اسمبلی، صوبائی حکومتوں کے ساتھ مل کر ایک کمیٹی تشکیل دی جائے تاکہ پہلے تو یہ معلوم ہو جائے کیونکہ اس ملک میں غلط کام کرنے والے کو سزا نہیں ملتی اور جب سزا نہیں ملتی تو ہر ایک کہتا ہے کہ میری جو مرضی ہو گی، جو میرا دل چاہے، میں کہوں گا۔ میں کم از کم اپنے صوبے کی بات کروں گا کہ اگر آپ پختونخوا کے اخبارات دیکھیں تو ہمارے ذمہ دار لوگ یعنی پٹواریوں نے بہت بڑے بڑے بیانات دیے کہ ہم سے بزور غلط کام کروایا جا رہا ہے۔ ان لوگوں کے نام لکھوائے جا رہے ہیں، جن کا ایک پائی کا بھی نقصان نہیں ہوا۔ اگر وہ جھوٹ بول رہے ہیں تو ان کے خلاف کارروائی کی جائے اور اگر کوئی ادارہ یا پوچھنے کا نظام ہے تو پھر ان لوگوں کو طلب کیا جائے کہ آپ نے ایک مہینے میں دس، پندرہ بیانات دیے ہیں، آپ بتائیں کہ آپ کو کون لوگ تنگ کر رہے ہیں؟ کون سے لوگ آپ پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وطن کارڈ

اصل گھرانے یا جس فرد کا نقصان ہوا ہے، اس کی بجائے اس کو دیں جس کا نقصان نہیں ہوا۔ اگر سسٹم موجود نہیں ہو گا تو پھر یہ چیزیں ہو گی۔

اخبارات میں روزانہ بیانات آتے ہیں، پٹواریوں نے خیبر پختونخوا میں جو بیانات دیے تھے، کیا ان کو کسی نے طلب کیا ہے؟ ان سے کسی نے پوچھا ہے کہ آپ یہ سچ کہہ رہے ہیں یا جھوٹ بول رہے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر ان کو سزا دینی چاہیے اور وہ بھی اس طرح کی ہو کہ لوگ دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔ اگر یہ نہیں ہوتا تو پھر ہم یہ کہیں گے اور عوام کے حقوق کے لیے بات کریں گے لیکن جب ہم باہر نکلیں گے تو عوام کا ہم پر یقین ختم ہو جائے گا اور ملک میں انارکی کی صورتحال ہو گی۔ ملک پہلے ہی انارکی کا شکار ہے اور اگر مزید اس طرف جائے گا تو اس ملک اور قوم کا اللہ ہی حافظ ہو گا۔ میری درخواست ہے کہ حکومتی ادارے اپنے اندر انقلابی تبدیلی لائیں، سچائی کی طرف جائیں، عوام کی خدمت کریں اور ان کے لیے سہولت پیدا کریں جس سے وہ فائدہ اٹھا سکیں۔ یہ کیوں حکومت کی بدنامی کا سبب بن رہے ہیں؟ یہ جائیں اور غریب لوگوں کو ان کا حق دیں۔ حکومت اگر پانچ روپے دے رہی ہے تو اس کی بساط میں یہی ہے لیکن یہ پانچ روپے ان لوگوں تک پہنچنے چاہییں۔ اس ملک میں ایک بھی ایسا شخص نہیں ملے گا جو یہ کہے کہ مجھے پٹواری پر یقین ہے جبکہ حکومت نے ان تمام لوگوں کو جن کے گھر سیلاب میں بہہ گئے ہیں ان کی سرپرستی ان پٹواریوں کے ہاتھ میں دے دی ہے۔ پہلے ایک منتخب سسٹم تو تھا، آپ نے اس کو دریا برد کر دیا لیکن ان سے تو پوچھا جائے۔ جناب چیئرمین! میری حکومت سے اپیل ہو گی کہ خدارا! سنجیدگی سے اس مسئلے کا حل نکالیں اور مہنگائی کے اس طوفان کے آگے ایک فولادی بند باندھا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اس میں حکمران بہہ جائیں گے۔ وما علینا الا البلاغ۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ حافظ رشید احمد۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: شکریہ جناب چیئرمین! کہ آپ نے مجھے مہنگائی پر ہونے والی موجودہ بحث میں حصہ لینے کا موقع فراہم کیا۔ میں بیرون ملک دورے پر تھا، آج آیا ہوں۔ مجھ سے پہلے فاضل اراکین نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہو گی لیکن میں بھی مہنگائی کے حوالے سے چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین! اس وقت عجیب سی کیفیت ہے کہ ہر طرف یہ بات ہو رہی ہے کہ اف مہنگائی، اف مہنگائی۔ جناب چیئرمین! میں اس مہنگائی کو بم یا ایٹم بم کہوں تو غلط نہ ہو گا کیونکہ اس نے

ایک بم کی شکل اختیار کی ہوئی ہے اور میں نے جس طرح عرض کی کہ ہر طرف سے یہی آوازیں آرہی ہیں۔ اپوزیشن، حکومت اور کوئی بھی پارٹی ایسی نہیں ہے جو یہ رونا نہ رورہی ہو۔ غریب تو غریب، مالدار، امیر اور سفید پوش بھی مہنگائی سے بہت تنگ ہیں۔ جناب چیئرمین! جب ہر طبقے کے لوگ بات کریں کہ ایسا ہے اور رونا رورہے ہوں تو پھر حکومت کو اس سلسلے میں کچھ اقدامات اٹھانے چاہییں۔ ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ میں اچھی تقریر کروں، آپ کے سامنے بات بیان کردوں، حکومت اور اپوزیشن کی طرف سے بھی بہت اچھی اچھی باتیں کی جائیں لیکن عملاً کچھ نہ ہو تو اس کو صدا بہ صحرا کہا جاتا ہے۔ ہم کسی سے مخاطب ہیں اور کسی کے سامنے رورہے ہیں، کسی کو بات پہنچاتے ہیں تو کسی کی ذمہ داری بھی تو ہے کہ اس پر عملدرآمد کرائے۔ جناب چیئرمین! ہمارے ملک میں مہنگائی نے جو صورت اختیار کی ہے اس کی وجہ سے لوگوں کی حالت دگرگوں ہے۔ میں آپ اور سارے House پر واضح کردوں کہ ہمارے ملک میں یہ صورتحال ہے کہ جب آپ کوئی چیز خریدنے کے لیے مارکیٹ میں جاتے ہیں تو آج ایک ریٹ پر، دوسرے دن وہ چیز دوسرے ریٹ پر اور تیسرے دن اور ریٹ پر ملتی ہے یعنی ہر دن کی الگ الگ قیمت ہوتی ہے۔ جناب چیئرمین! اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ ادارے نہیں ہیں، کوئی پرسان حال، پوچھنے والا نہیں ہے۔ جناب چیئرمین! باہر کے ممالک میں ایسا نہیں ہے۔ میں بھی باہر ہو کر آیا ہوں اور دوستوں سے یہ بھی سنا ہے کہ وہاں پانچ، چھ سال پہلے جو قیمت تھی، آج بھی وہی ہے۔ جناب چیئرمین! میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے ملک میں کون سی قیامت ہے کہ چیزوں کی قیمتیں روز بروز بڑھتی جاتی ہیں؟ جناب چیئرمین! یہ حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ مہنگائی اور rates control کریں۔ اگر اس طرح ہر کوئی اپنی اپنی چیز بیچ رہا ہے اور اس کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہے تو اس طرح بات نہیں بنتی۔ جناب چیئرمین! میری آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلے میں حکومت سنجیدگی سے سوچے، سر جوڑ کر بیٹھے اور اس کے متعلق کوئی ٹھوس پروگرام بنائے۔ جناب چیئرمین! ہمارے اوپر کے لوگ اس بارے میں نہیں سوچتے۔ کیوں نہیں سوچتے؟ اس لیے کہ ان کو کوئی پرواہ نہیں ہے، دس روپے کی چیز بھی ان کو دو سو روپے میں ملے تو ان کے پاس تو پیسے ہیں لیکن اس سے پریشان تو غریب عوام ہوتے ہے۔ ہمارے حکمران اپنی seats, ministries بچانے پر لگے ہوئے ہیں، غریب عوام اور اپنے ملک کے لیے کوئی نہیں سوچتا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ہم سے پہلے بھی حکمران گزرے ہیں۔ خلافت راشدہ کی مثال لے لیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کے دور میں ایک مرتبہ گھی کا قحط ہوا تو انہوں نے اعلان کیا کہ جب تک گھی مارکیٹ میں نہیں

آئے گا، میں بھی گھی استعمال نہیں کروں گا۔ مہینہ، دو مہینہ بعد ایک بندہ جا کر گھی ان کے سامنے پیش کرتا ہے کہ گھی مارکیٹ میں آگیا ہے اور میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میں معلوم کرتا ہوں کہ گھی مارکیٹ میں عام دستیاب ہے یا صرف ایک دو دکانداروں کے پاس موجود ہے۔ ان کو اطلاع ملی کہ صرف ایک دو دکانداروں کے پاس موجود ہے، باقی کسی کے پاس نہیں ہے تو انہوں نے کہا جب تک گھی ہر دکان پر موجود نہ ہو اور ہر بندہ اس سے مستفید نہ ہو، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس وقت تک گھی استعمال نہیں کروں گا۔ آج اس طرح کا کوئی ہے ؟ وہ ہمارے راہنما ہیں، وہ ہمارے لیے مثالیں ہیں، ہم ان کے مقتدی ہیں، ہم ان کے تابعدار ہیں تو ہم ان کے کس طرح تابعدار ہیں ؟ ایک مقتدی اور تابعدار اس طرح ہوتا ہے کہ اس کی اقتدا کرنا ہوتی ہے۔ ہم نے اپنے پیشواؤں اور جو اچھے لوگ گزرے ہیں، ان سے سیکھا ہے کہ ان کے پاس جب دوست احباب ملنے آتے تھے تو وہ چراغ جھا دیتے تھے تو ایک مہمان کہتا ہے کہ جناب ہم تو آپ کے پاس آئے ہیں اور آپ نے چراغ بجھا دیا ہے، یہ کوئی طریقہ ہے۔ اس پر وہ کہتے ہیں کہ جب سرکاری time ہو گا تو میں اس چراغ کو جلاؤں گا اور جب میرے private دوست احباب آئیں گے تو میں اس کو بجھا دوں گا۔ جناب چیئرمین! یہ ہمارے پیش رو، امام اور قائدین تھے، ہم قائدین سے کوئی سبق نہیں سیکھتے، ہمارے ملک میں یہ ہے کہ ہم سیکھتے نہیں ہیں۔ ہم پر بے شمار مصیبتیں اور مشکلات آتی ہیں لیکن ہم سیکھتے نہیں ہیں، بس لاپرواہی سے time گزانے کے لیے مختلف طریقے سوچتے ہیں اور بہت اچھے اچھے طریقے سوچتے ہیں اور بہت اچھے اچھے points لے لیتے ہیں لیکن غریب عوام کے لیے کوئی نہیں سوچتا۔ جناب چیئرمین صاحب! میں کہتا ہوں کہ غریب عوام کے لیے سوچیں، ہم اپنے پیش رو اور قائدین سے کچھ سیکھیں، یہ نہیں ہے کہ ہم اپنی تقریروں میں ان کو یاد کریں، ہمیں ان سے سیکھنا چاہئیے، ہم کسی چیز پر نہیں سوچتے ہیں۔

ہمارا ملک دو لخت ہو گیا، ہمارے ملک میں dictatorship آ گئی، ہمارے ملک میں انگریز آ گیا، ہمارے ملک میں کیا کیا نہیں ہوا، ہم ہر مصیبت کا سامنا کر رہے ہیں لیکن ہم سیکھتے نہیں ہیں، ہم میں سیکھنے کا عمل بہت کم ہے۔ جناب چیئرمین! میں زیادہ بات نہیں کرنا چاہوں گا، آپ کا اور House کا زیادہ time نہیں لوں گا لیکن میں یہ کھوں گا کہ مہنگائی کا غریب عوام جو رونا رو رہے ہیں، تو میں آپ کی وساطت سے حکومت کو دل سے بڑی ہمدردانہ اپیل کروں گا کہ مہنگائی بہت زور و شور پر ہے تو اس کے متعلق سر جوڑ کر بیٹھ جائیں اور اس کے لیے کوئی صحیح طریقہ کار بنائیں۔

Thank you so much.

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ جی کلثوم صاحبہ! آپ کچھ کہنا چاہیں گی؟

سینیٹر کلثوم پروین: شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب! میں آپ کی وساطت سے ایک privilege motion move کرنا چاہ رہی ہوں اور میں چاہوں گی کہ اس پر آپ کی توجہ بھی ہو۔ جناب! آج سے کوئی ایک ہفتہ پہلے میں نے Collector customs کوئٹہ مطیع اللہ صاحب کو فون کیا اور ایک شخص inspector یا sub-inspector کی سفارش کی، میں نے کہا کہ اس کے تین سال پورے ہو گئے ہیں، as per rule اس کی transfer کا حق بنتا ہے۔ جناب! میرا یہ کہنا تھا، آپ یقین کریں کہ literally وہ شخص پاگل تھا یا وہ مجھے پاگل سمجھ رہا تھا، اس نے گالیاں دینا شروع کیں، میں نے جس شخص کا نام لیا، اس نے اسے ماں بہن کی گالیاں دیں، میں اس floor پر نہیں کہہ سکتی، اس نے اتنی گندی گالیاں دینا شروع کیں۔ میں نے کہا کہ اگر یہ اتنا برا آدمی ہے تو اس کو OSD بنا دیں، اس کو نوکری سے نکال دیں، مجھے تو پتا نہیں ہے کہ یہ اتنا برا آدمی ہے یا اس کی کوئی history ایسی ہے، مگر آپ ایک خاتون سے بات کر رہے ہیں، اس نے کہا کہ میں نے نواب لشکری رئیسانی کو بھی جواب دیا یعنی میں نے اسے بھی کہا کہ دفعہ ہو جاؤ۔ مجھے رئیسانی صاحب نے کہا تھا کہ میرا نام بھی ضرور ڈالیں تاکہ جب یہ معاملہ privileges committee میں جائے تو مجھے بھی اس میں شامل کیا جائے۔ جناب! اگر parliamentarians کی یہ عزت ہے اور میرا اپنا ایک طریقہ ہے کہ میں نے تو شاید کبھی کسی peon کو اوئے کر کے نہیں بلایا، میں کسی نوکر سے بھی اس طریقے سے مخاطب نہیں ہوئی۔ میں آپ کی وساطت سے یہ گزارش کروں گی کہ میں نے ایسا کونسا بم گرا دیا تھا جس پر اس شخص نے ماں اور بہن کی گالی دینا شروع کی، میں تو shock میں رہی اور مجھے کافی دیر تک بات کرنی نہیں آئی کہ میں اس کا کیا جواب دوں یعنی میں نے جس کی سفارش کی، اس کو گالی دینے کے بعد مجھے گالی دے رہا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ House میں نہیں، آپ Minister کو نہیں، آپ جا کر President زرداری کو کہیں کہ میں نے آپ کو جواب دیا ہے۔ جناب! میں تو حیران رہ گئی کہ ایک collector کو شاید کرسی کا نشہ ہے یا اس کو پیسے کا نشہ ہے، آپ سے یہ ایک humble request ہے کہ اس House کی عزت آپ کی عزت کی ہے، آپ اس پر فوراً action لیں اور سب سے پہلے اس کو OSD بنائیں اور اس کے بعد کوئی کام ہو۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب! کلثوم پروین صاحبہ کا privilege motion ہے کہ Collector customs has misbehaved with her and he used مطیع اللہ جی abusive language.

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: Parliament کی عزت تو بہت ضروری ہے اور Member of Parliament کی بھی عزت ہے، we can have a discussion with her.

Mr. Chairman: You want a discussion with her.

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: اس کو examine کر لیتے ہیں، I have no objection about that. جناب! اسے Privileges Committee کو بھیج دیں۔

Mr. Chairman: So, the motion is held to be in order and it is referred to the Committee on Rules of Procedure and Privileges and to also submit the report within 15 days. بد تمیزی کی گئی ہے جس طرح ابھی بات ہوئی ہے تاکہ یہ پتا چل جائے کہ کیا ہوا ہے؟ شکریہ۔ Any other speaker on this commenced motion اور کوئی نہیں ہے؟ جی راجہ صاحب، please.

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! مہنگائی کے مسئلے پر بہت سے ارکان نے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے جو ایک نمائندہ ایوان کو کرنا چاہئیے۔ آج کیفیت صرف ایک چینی کے بارے میں یہ ہے کہ ایسی جگہیں بھی ہیں، جہاں پر چینی 125 روپے کلو مل رہی ہے اور کہا جاتا ہے کہ آپ بوری بھر کے نوٹ لے جائیں اور آپ کو مٹھی بھر چینی ملے گی۔ اس سے پہلے کیفیت یہ تھی کہ آپ مٹھی بھر نوٹ لے جاتے تھے اور ایک بوری چینی کی لاتے تھے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اکثر لوگ اس پر بات کرتے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ اس کی ایک وجہ شوگر مافیا ہے جس نے مرکزی حکومت کے لوگوں پر قبضہ کر رکھا ہے جو پالیسی ساز ہیں اور اس کی وجہ سے عوام کو تکلیف میں ڈالا ہوا ہے، ان کی زندگی عذاب میں ڈالی ہوئی ہے، لوگ حیران ہیں - وزیر زراعت نے ٹیلیویژن پر بیان دیا کہ چینی کوئی ضروری اشیا میں سے نہیں ہے، ہم نے دو دن چینی بند کی ہے اور لوگوں کو چاہئیے کہ وہ چینی بند کر دیں۔ کیا حکومت کرنے کا یہی انداز ہے، لوگوں کی تکلیفوں کو حل کرنے کا یہ طریقہ ہے؟ ان کی زخموں پر مرہم لگانے کے بجائے

نمک چھڑکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تقریباً پچھلے آٹھ ماہ کے اندر Chief Minister پنجاب نے مرکزی حکومت کو 4 letters لکھے ہیں اور ہر letter میں یہ کہا کہ اس سے پہلے بھی آپ کو خط لکھا گیا ہے کہ آپ چینی import کریں ورنہ mill owners rate بڑھا کر لوگوں کو لوٹیں گے، اس وقت آپ کے پاس کوئی علاج نہیں ہوگا لیکن اس پر کان نہیں دھرا گیا، کسی معاملے کو سنجیدگی سے نہیں لیا گیا۔ ایک last letter لکھا گیا، Chief Secretary پنجاب نے مرکزی حکومت کو لکھا کہ ہم بار بار یہ کہتے ہیں کہ آپ sugar import کریں تاکہ اس کی قیمتیں ایک معقول سطح پر رہیں، آپ ایسا کرنے سے کیوں انکاری ہیں لیکن اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا، کوئی action نہیں لیا، کہتے ہیں کہ government means planning ہے، futuristic planning ہے اور government کیا ہوتی ہے کہ وہ دیکھے کہ آئندہ کیا مسائل ہوں گے، ان کا قبل از وقت کیا علاج ہونا چاہئیے، اگر حکومت یہ نہیں کرتی تو پھر وہ حکومت کہلانے کے لائق نہیں ہے۔

اسی طریقے سے باقی چیزوں کو دیکھیں، کسی معاملے کو بھی دیکھ لیں، ان میں بھی یہی کیفیت ہے، سبزی، گوشت اور دودھ مہنگے ہیں یعنی کوئی بھی ایسا item نہیں ہے جس کو کوئی اطمینان سے کھا سکے۔ چند دن پہلے یہاں پر وزیر صحت dengue fever کے بارے میں بات کر رہے تھے کہ media hype create کر رہا ہے ورنہ صرف 30, 27 اموات ہوئی ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ ایک آدمی کی موت it's a national loss. اس کے بجائے یہ کہا جائے کہ یہ ہوئی ہیں نہ کہ یہ کہے کہ فلاں ملک میں اس سے زیادہ ہوئی ہیں اور فلاں ملک میں اس سے زیادہ ہوئی تھیں، وہاں پر کسی معاملے میں کوئی بہتری بھی ہوئی ہو گی، یہاں پر تو کسی معاملے میں بھی بہتری نہیں ہو رہی۔ اب لوگوں کی ہمت جواب دے گئی ہے کہ وہ بازار میں جا سکیں اور کم از کم اپنے بچوں کو دو وقت کا کھانا کھلا سکیں، علاج بعد کی بات ہے، یہ اب کی بات ہے لیکن کئی عرصے سے اس ایوان میں بھی آوازیں اٹھائی گئی ہیں کہ dengue fever اتنی تیزی سے پھیل رہا ہے، اس نے پوری آبادی کو قبضے میں لیا ہوا ہے اور اس کا علاج بھی hepatitis سستا نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عام آدمی کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس کا صحیح طور پر علاج کروا سکے۔ کسی معاملے پر بھی آپ کیوں توجہ نہیں دے رہے؟ کیا price hike ہے، کیا law and order ہے، کیا health کے مسائل ہیں اور کیا سیکورٹی کے مسائل ہیں۔ کسی معاملے پر بھی کوئی توجہ نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا رونا رونا بھی بے کار ہو چکا ہے۔ کوئی seriously اس پر توجہ ہی نہیں دے رہا، آج اگر price hike کی بات ہو رہی ہے تو وزارت خزانہ کے لوگوں کو بیٹھا ہونا چاہیے تھا، ان میں سے کوئی

آدمی نہیں ہے۔ اس سے کیا مترشح ہوتا ہے، یہی لگتا ہے کہ آپ جو کچھ بھی یہاں کہتے رہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، نہ عوام کو کوئی فائدہ ہوگا اور جو بندہ کہہ رہا ہے تو وہ اپنے ضمیر کی آواز بلند کر رہا ہے، یہاں لوگوں کی تکالیف بیان کر رہا ہے لیکن اس کے بعد اس کے جواب کی کوئی توقع نہیں ہے، ان کو پالیسی بنانے کا کوئی خیال نہیں ہے، اس پر عمل درآمد کا خیال نہیں ہے۔ اس لیے میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ ساری بحث بے کار ہے، ان Houses کے بارے میں لوگ جو بات کیا کرتے تھے کہ ایک بڑے ادارے میں باتیں ہو رہی ہیں کہ اس کا کو کوئی notice لے گا تو آج وہ بات بھی ختم ہو چکی ہے۔ یہ ایک بڑی مایوس کن صورتحال ہے۔ بیرون ممالک آپ کے ان Houses کا یا آپ کی قوم کا کیا notice لیں گے، اگر آپ خود اس کا notice نہیں لیتے تو کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ پاکستان ایسے ہاتھوں میں آگیا ہے کہ جن کا پاکستان کے ساتھ قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے، کوئی محبت نہیں اور وہ اپنی ذمہ داری محسوس نہیں کر رہے۔ خدا معلوم وہ دن کو کیا کرتے ہیں، راتوں کو کیا کرتے ہیں، انہوں نے قوم کی جو ذمہ داری اٹھائی ہے اس کے بارے میں وہ قطعاً کچھ نہیں کر رہے۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ثریا امیر الدین صاحبہ۔

سینیٹر ثریا امیر الدین: جناب چیئرمین! میں ایک چھوٹی سی بات کہنا چاہتی ہوں۔ ابھی میں کوئٹہ سے آئی ہوں، مجھے بلوچستان کے زمیندار ملے، انہوں نے کہا کہ ہماری حکومت نے، پیپلز پارٹی کی حکومت نے، وزیراعظم صاحب اور صدر صاحب نے یہ اعلان کیا ہے کہ جن غریب ہاریوں اور کسانوں کا سیلاب میں نقصان ہوا ہے انہیں کھاد اور بیج دیے جائیں گے۔ صحبت پور اور نصیرآباد کی صورتحال یہ ہے کہ وہاں پر ابھی بھی پانی کھڑا ہوا ہے، وہاں فصل نہیں بوئی جا سکتی جبکہ یہ فصل بونے کا زمانہ ہے۔ جو پہلے فصل تھی وہ پانی میں بہہ گئی اور زمینداروں کو لاکھوں روپے کا نقصان ہوا۔ اب دوسری فصل کی بوائی کا وقت ہے تو اس وقت بھی وہاں پانی کھڑا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وزیراعظم اور صدر صاحب تک ہمارا یہ پیغام پہنچائیں کہ ہمارے بارے میں بھی کچھ سوچا جائے، ہمارا بھی نقصان ہوا ہے اور ہم نے انہی ہاریوں اور کسانوں کو واپس اپنے پاس بلانا ہے جن کو وزیراعظم کھاد اور بیج دے رہے ہیں۔ ہمیں بھی کچھ معاوضہ دیا جائے تاکہ ہمارے آنسو بھی پونچھ سکیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی فوزیہ صاحبہ۔

سینیٹر فوزیہ فخر الزمان: جناب چیئرمین! یہ ایک ایسا topic ہے کہ جس میں بولنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، اوپر سے لے کر نیچے تک ہر انسان اس سے متاثر ہے۔ کوئی خوشی کا تہوار آتا ہے تو دل غم سے ڈوب جاتا ہے کہ پتا نہیں ضرورت زندگی کے لیے کتنے لوگوں کے دل پھٹیں گے، آسائشیں تو صرف corrupt لوگوں کے لیے رہ گئی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں اس دنیا کو سمجھتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی دوسرا جہاں نہیں ہے جبکہ جگہ جگہ اسلام میں یہ کہا گیا ہے کہ آپ کو یہ دنیا ایسے لگے گی کہ آپ یہاں چند ساعتیں سانس لینے کے لیے رکے تھے، اصلی دنیا تو وہی ہے۔ یہ بینکوں میں اپنے بچوں کے لیے دوزخ کا عذاب جمع کر رہے ہیں، صرف corrupt لوگوں کے ایسے حالات ہیں کہ وہ زندہ رہیں باقی ہر طرف خودکشیاں ہو رہی ہیں، بہت برا حال ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ایک دفعہ فرانس میں ایسے حالات ہوئے تھے تو بادشاہ نے جب کوئین میری سے کہا تھا کہ میں پریشان ہوں کہ لوگوں کے پاس کھانے کو آٹا نہیں ہے تو اس نے کہا تھا کہ وہ کیک پیسٹری کھائیں، یعنی امرا کو احساس ہی نہیں ہوتا ہے کہ غریب کہاں کھڑا ہے۔ Tale of Two Cities پڑھیں کہ جب French revolution ہوا تھا تو اسی کوئین کو مار کر فقیروں نے اس کے منہ میں گھاس ٹھونسا تھا کہ گھاس کھاؤ۔ آج کل جو ہمارے غریب ہیں وہ پہلے تو دال کھاتے تھے، اب دال بھی دو سو، سوا دو سو، اڑھائی سو روپے کلو ہے تو اب وہ گھاس کھائیں۔ مجھے تو لگ رہا ہے کہ خدا نہ کرے وہ وقت آ رہا ہے کہ امرا کو پکڑ پکڑ کر ان کے منہ میں گھاس ٹھونسی جائے گی کہ تم بھی گھاس کھاؤ۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی خالد محمود سومرو صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: شکریہ جناب۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مہنگائی اور معاشی صورتحال کے حوالے سے بات ہو رہی ہے۔ ہمارے ہاں شاید اس قسم کا کوئی ادارہ نہیں کہ جو قیمتوں پر کنٹرول کرے، اگر ہے تو وہ ادارہ کام کیوں نہیں کرتا۔ جس کی جو ذمہ داری ہے وہ اسے پوری کرنی چاہیے۔ کبھی لینڈ مافیا، کبھی ڈرگ مافیا یا کبھی چینی مافیا کے نام پر مختلف اوقات میں ذخیرہ اندوز لوگوں کا خون چوستے ہیں چونکہ ان کے خلاف کارروائی نہیں ہوتی اس لیے ان کے جی میں جو آتا ہے وہ کرتے ہیں۔ حکومت کو لازمی طور پر اس پر توجہ دینی چاہیے اور قیمتوں پر کنٹرول کرنے کے لیے ٹھیک ٹھاک نظام وضع کرنا چاہیے۔ جو لوگ ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں، انہیں بے نقاب کرنا چاہیے، انہیں سزائیں بھی ملنی چاہئیں اور انہیں عبرت ناک سزا ملے تاکہ آئندہ کوئی آدمی اس قسم

کی حرکت نہ کر سکے۔ غربت و افلاس، مہنگائی اور بے روزگاری کی وجہ سے جرائم بڑھ رہے ہیں، کوئی گلی محفوظ نہیں، کوئی شہر محفوظ نہیں، کوئی بستی محفوظ نہیں۔ ہمارے سندھ کا یہ حال ہے کہ ہم مغرب کے بعد گھر سے نہیں نکل سکتے، پورے علاقے سنسان ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی نکلتا ہے تو خیریت سے گھر نہیں پہنچتا۔ لوٹ مار لگی ہوئی ہے، کوئی نظام نہیں ہے، امن و امان کی صورتحال بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے، corruption اتنی بڑھ چکی ہے کہ شاید پاکستان کی تاریخ میں پہلے اتنی corruption نہیں تھی، کسی نے سوچا تک نہیں ہو گا کہ ایسا بھی ماحول قائم ہو سکتا ہے۔ بڑے بڑے لوگوں کے دروازے پر دلال کھڑے ہوئے ہیں، جا کر ان سے مک مکا کرو، کام جائز ہو یا ناجائز، ہو جائے گا۔ تعلیم کے شعبے میں جو اسامیاں خالی ہیں ان کو تو نہیں بھرا جاتا ہے، صحت کے کھاتے میں جو اسامیاں خالی ہیں ان کو تو نہیں بھرا جاتا لیکن PIA میں خسارے پر خسارا ہوتا ہے، ہم اربوں کھربوں تک پہنچے ہیں لیکن ہزاروں لوگوں کو بھرتی کیا جارہا ہے۔ ان دو چار سالوں میں کتنے لوگ بھرتی ہوئے لیکن ایک بندہ بھی میرٹ پر بھرتی نہیں ہوتا۔ جب لسٹیں کھلیں گی اور جب وہ نام آئیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ فلاں فلاں کا بیٹا ہے یا بھائی ہے، فلاں فلاں کا آدمی ہے، اس حوالے سے سب کچھ ہو رہا ہے۔

سیلاب نے جو تباہی کی ہے، اس حوالے سے ہم نے تجویز دی تھی کیونکہ میری جماعت مرکزی حکومت کا حصہ ہے۔ حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب نے خود گزارش کی تھی اور ہم نے بھی بار بار گزارش کی کہ جہاں جہاں سیلاب آیا ہے وہاں پر آپ relief committees قائم کریں، صوبائی سطح پر الگ، اضلاع کی سطح پر الگ، تحصیلوں کی سطح پر الگ اور جو متاثرہ union councils ہیں ان کی سطح پر الگ relief کمیٹیاں قائم کی جائیں اور اس میں جتنی بھی بڑی بڑی پارٹیاں ہیں ان کے نمائندوں کو شامل کیا جائے، civil society کے لوگوں کو شامل کیا جائے، میڈیا کو بھی شامل کیا جائے تاکہ وہ ان چیزوں پر watch رکھے۔ کسی ایک پارٹی کا نقصان تو نہیں ہوا، سارا جہاں ڈوبا ہے لیکن سیلاب کے حوالے سے جو کچھ بھی ہو رہا ہے، انتہائی شرمناک طریقے سے اپنے لوگوں کو نوازنے کے لیے سب کچھ کیا جا رہا ہے، حقداروں کو ان کا حق نہیں مل رہا۔ وطن کارڈ کے حوالے سے میں نے پہلے بھی گزارش کی تھی کہ جو علاقے نہیں ڈوبے ان کو تو وطن کارڈ مل گئے لیکن جن بے چاروں کا سب کچھ ختم ہو گیا وہ ابھی تک لائنوں میں کھڑے ہیں، ان پر روزانہ لاٹھیاں برستی ہیں، ایسے ایسے واقعات بھی سامنے آئے ہیں کہ لوگوں نے 5ہزار، 6ہزار رشوت دی تو تب جا کر وطن کارڈ ملا، بعض علاقوں میں لوگوں کو وطن کارڈ دیے گئے لیکن جو حقیقی متاثر تھے اور شاید کسی کے منظور نظر نہیں تھے ان کے کوڈ block کر

دئیے گئے اور انہیں پیسے نہیں مل رہے۔ یہ بڑی شکایات ہیں۔ میں آپ کے وساطت سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جتنے بھی سیلاب زدہ علاقے ہیں ان کو آفت زدہ قرار دیا جائے۔ جتنے بھی سیلاب زدہ علاقے ہیں اُن کو آفت زدہ قرار دیا جائے، جتنے بھی سیلاب زدہ علاقے ہیں وہاں پر خصوصی ریلیف کا انتظام کیا جائے۔ جن کی فصلیں ختم ہو گئیں، جن کے مکانات ڈوب گئے وہ سب لوگ قابل رحم ہیں، اُن علاقوں کے لوگ جنہوں نے زرعی بینک سے قرضے وغیرہ لیے ہوئے ہیں ان کے قرضے معاف کیے جائیں اور ان کو فوری طور پر اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے لیے بلاسود قرضے مہیا کیے جائیں۔ اُن علاقوں کے جو طالب علم سکولوں میں، کالجوں، یونیورسٹیوں میں پڑھتے ہیں ان کی فیسیں معاف کی جائیں وہ قابل رحم ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم نے مہنگائی پر قابو نہ پایا، بھوک اور بے روزگاری کے خاتمے کے لیے کوئی جامع منصوبہ بندی نہ کی، حقداروں کو حق نہیں دیا تو انجام بہت بُرا ہوگا۔ ایک غریب آدمی کو اس لیے نوکری نہیں ملتی کہ وہ غریب آدمی کا بیٹا ہے۔ اب یہ ہے کہ جس کی سفارش ہوگی، جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے اُن کو نوکری مل سکتی ہے کسی اور کو نہیں مل سکتی۔ بہت سارے لوگ اپنے حصے کی نوکریاں لے کر بیچتے ہیں۔ یہ چیزیں ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ کرپشن، مہنگائی کے خاتمے اور انصاف پر مبنی معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس میں تاخیر نہ کریں۔ یہ نہ ہو کہ پانی سر سے اوپر چلا جائے اور پھر ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے ہمارا یہ ایوان حکومت کو مجبور کرے کہ جتنے بھی یہ کام ہو رہے ہیں ان میں شفافیت نظر آنی چاہیے۔ سیلاب زدگان کو جو food items دیے جا رہے ہیں وہ مارکیٹ میں نیلام ہو رہے ہیں۔ آپ میرے ساتھ چلیں میں آپ کو اپنے شہر لاڑکانہ میں دکھاؤں گا کہ سیلاب زدہ لوگوں کے لیے جو چیزیں دی گئی تھیں وہ مارکیٹ میں فروخت ہو رہی ہیں۔ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ ہم سب کو مل کر اس کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ مہنگائی کے خاتمے کے لیے فوری اقدام ہونا چاہیے۔ بے روزگاری کے خاتمے کے لیے فوری اقدام ہونا چاہیے اور نوکریاں میرٹ پر ملنی چاہییں اور جو دیہی علاقوں یا شہری علاقوں کا کوٹا ہے اس پر سختی سے عمل درآمد ہونا چاہیے۔ اس وقت خاص طور پر سیلاب زدہ علاقوں کی بحالی کے لیے، سیلاب زدہ لوگوں کی بحالی کے لیے ہمیں عملی اقدامات کرنے چاہییں، ایسے اقدامات جو نظر آئیں۔ ان تمام جگہوں پر ہم ریلیف کمیٹیاں قائم کریں اور ان میں تمام لوگوں کو شامل کریں تاکہ کوئی کسی پر انگلی نہ اٹھا سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں درست فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے۔ واٰخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ چوہدری شجاعت صاحب۔

سینیٹر چوہدری شجاعت حسین: جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہوں گا کہ یہاں پر باتیں تو کی گئی ہیں اور کی جائیں گی لیکن ایک بات آپ نوٹ کرلیں کہ کوئی بھی شخص یہاں جواب دینے کے لیے موجود نہیں ہے۔جواب دینا تو علیحدہ بات ہے کوئی شخص نوٹ کرنے کے لیے بھی نہیں ہے۔ نہ کوئی وزارت خزانہ سے اور نہ ہی کوئی وزارت تجارت کا نمائندہ موجود ہے۔آپ اس بات کا ضرور نوٹس لیں کہ ایسے کیوں ہو رہا ہے۔جواب نہیں دینا ہوتا تو کم ازکم نوٹ کرکے وزیر صاحب کو بتا تو دیا کریں۔

جناب چیئرمین: آج Minister of State for Finance صاحبہ کدھر ہیں۔ اس دن تو سارا دن یہاں بیٹھی رہی ہیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: میرا خیال ہے کہ اسمبلی کا اجلاس بھی ہو رہا ہے وہاں ہوں گی۔

جناب چیئرمین: آپ نوٹ کرتے رہیں ان کو پیغام بھیجیں she should come and sit here ان کو پیغام بھجوائیے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: قومی اسمبلی ہو رہی ہے probably she might be there. میں یہ عرض کردوں کہ جو بھی issue raise ہوں گے تو ان کا جواب جب conclude کریں گی تو ضرور دیا جائے گا۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ جی۔

سینیٹر چوہدری شجاعت حسین: بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جو فوری طور پر سامنے آتے ہیں اور ان کا جواب بھی اسی وقت دیا جاتا ہے۔میں یہ کہنا چاہوں گا کہ Policy maker and price controller دو مختلف چیزیں ہوتی ہیں۔policy makers اسلام آباد میں بیٹھتے ہیں اور پالیساں بناتے ہیں۔ جیسا کہ راجہ صاحب نے کہا کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے ان کو خط لکھا ہے کہ آپ sugar import کریں لیکن انہوں نے import نہیں کی لیکن ظاہر ہے وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن price controller صوبائی حکومت خود ہوتی ہے۔انہیں چاہیے کہ وہ وہاں پر قیمتوں کو کنٹرول کریں۔اس کے

ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ جو حکمران ہیں اس وقت، چاہے وہ وفاق میں ہیں یا صوبے میں ہیں تو اگر دیکھا جائے تو 30% سے زیادہ کارخانے ان کی ذاتی ملکیت میں ہیں۔ وزیراعلیٰ پنجاب کے اس وقت چھ سے زیادہ کارخانے اپنے ذاتی ہیں۔ ہم پر ہمیشہ الزام لگایا جاتا تھا کہ چینی کے بحران میں یہ بھی ملوث ہیں لیکن ہم نے ان باتوں سے تنگ آکر تین سال پہلے اپنی دونوں شوگر ملیں فروخت کردی تھیں۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اب بجائے اس کے کہ ہم ایک دوسرے پر الزام تراشی کرنے کی کوشش کریں، اب کوشش کرنی چاہیے کہ سارے مل بیٹھ کر یہ مہنگائی کا جو سیلاب آچکا ہے اس کو کنٹرول کرنے کی کوشش کریں ورنہ حالات اتنے خراب ہو جائیں گے کہ کسی کا یہاں پر بیٹھنا بھی وبال جان بن جائے گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ Any other speaker? میرا خیال ہے اب کچھ points of order ہیں وہ لے لیتے ہیں۔ جی ڈاکٹر عبدالمالک صاحب۔ اس وقت اور speakers نہیں ہیں اس commenced motion پر پھر points of order لے لیتے ہیں کیوں کہ پھر مغرب کا وقت ہو جائے گا۔ جی۔

Points of Order

Scarcity of Funds for Development Projects in Balochistan

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: میری ایک گزارش ہے کہ جب وفاقی بجٹ پیش ہو رہا تھا اور اس کو دیکھ کر ہم خوش ہو گئے کہ بلوچستان کو in sizeable number accommodate کیا گیا ہے لیکن recently جو feed back ہم نے وہاں سے لی ہے چاہے وہ roads کا مسئلہ ہو، چاہے dams کے مسائل ہوں یا جتنے بھی Federal funded projects تھے وہ بجٹ میں تو دکھائے گئے تھے لیکن ابھی تک کسی بھی پراجیکٹ کے پیسے نہیں ملے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ اس معاملے کو کسی بھی فورم پر جو بھی آپ مناسب سمجھتے ہیں یا کسی Standing Committee میں رکھ لیں تاکہ یہ چیزیں ہم وہاں exercise کریں کہ واقعی تمام federating units کے ساتھ یہی سلوک ہوا ہے اور یہ بجٹ یہاں پاس ہوا ہے اور پیسے نہیں مل رہے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ میں آپ کو صرف بیس ڈیمز کی مثال دیتا ہوں حالانکہ یہ پچھلی حکومت کا پراجیکٹ تھا۔ وہاں پر اب کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے وہاں دوستوں سے، جو بیوروکریٹس ہیں حال احوال پوچھا انہوں نے کہا کہ بجٹ میں تو یہ چیز ہے لیکن ابھی

تک پیسے نہیں ملے۔ یہ انتہائی عجیب صورت حال ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ آپ اس کو کس فورم پر رکھنا چاہتے ہیں۔ میرا خیال ہے آپ نیر بخاری صاحب کو کہیں گے کیوں کہ ہم اس پر تھوڑی سی debate کرنا چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ جی ثریا صاحبہ۔

Lacuna in Deputation Rules

سینیٹر ثریا امیر الدین: شکریہ جناب۔ میں ایک بہت اہم مسئلے پر بات کرنا چاہ رہی تھی کہ پاکستان کے کسی بھی آفس میں، کسی فیکٹری میں، کسی یونیورسٹی میں، کسی کالج میں جب ایک بندہ hire کیا جاتا ہے کہ آپ کو دو سال کے کنٹریکٹ پر ہم نے رکھ لیا ہے۔ دو سال تک وہ ایمانداری، لگن اور محنت سے کام کرتا ہے اور دو سال کے بعد ہونا یہ چاہیے کہ اسے مستقل کر دیا جائے۔ پاکستان میں یہ ہو رہا ہے کہ اس کو مستقل بھی نہیں کیا جاتا اور جب دو سال گزر جاتے ہیں تو اس کو کہتے ہیں کہ آپ کو ایک سال کے لیے اور کنٹریکٹ دے دیا ہے۔ تین سال گزر جانے کے بعد جب اس بندے کی زندگی کے تین قیمتی سال گزر گئے اور اس نے محنت، لگن اور ایمانداری سے کام کیا ہے اور اس کو کہیں اور سے بلاوا آتا ہے کہ آپ deputation پر یہاں آجائیں تو اس کو نہیں چھوڑتے اور کہتے ہیں کہ آپ مستقل ملازم ہی نہیں ہیں آپ کیسے جاسکتے ہیں؟ حکومت پاکستان، پاکستان میں کوئی ایسا قانون بنائے کہ کوئی بندہ دو سال کے لیے یا تین سال کے لیے ہو یا تو اسے مستقل کیا جائے یا اس کو کہیں بھی deputation پر جانے کی اجازت دی جائے۔ اس طرح کسی کی زندگی سے کھیلنا اور اس کو تباہ و برباد کرنا کہاں کا انصاف ہے۔

جناب چیئرمین: قانون آپ نے بنانا ہے اور کون بنائے گا۔ آپ Bill لے کر آئیں Private Members Day پر آپ یہ Bill لے کر آئیے۔

سینیٹر ثریا امیر الدین: اس معاملے میں آپ میری support کریں کیوں کہ میں اس معاملے میں بہت دکھی ہوئی ہوں اور میرا بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ bill لا سکتی ہیں، آپ وزیر قانون سے بات کر سکتی ہیں کہ حکومت bill لے کر آئے۔ آپ لوگ خود law makers ہیں کوئی اور تو نہیں کر سکتا۔ جی مولانا گل نصیب صاحب۔

سینیٹر مولانا گل نصیب خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے انتہائی اہم مسئلے پر بات کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ میرا تعلق اس علاقے سے ہے

جس پر سیلاب سے پہلے بہت بڑا اپریشن کا سماں رہا۔ میری مراد ہے مالاکنڈ ڈویژن۔ اپریشن کے دوران جو کچھ ہوا اور جو نقصانات ہوئے وہ تو اپنی جگہ ہیں لیکن وہاں تقریباً دوہزار یا چوبیس سو تک لوگ گرفتار کیے گئے ہیں۔ ہم نے اسی ایوان میں بار بار درخواست کی کہ ان لوگوں کو عدالتوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ یا ملٹری عدالتوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ پارلیمنٹ کے ممبر ہونے کی حیثیت سے ہمارے گھروں پر لوگوں کا رش ہوتا ہے۔ ان گرفتار لوگوں کے ساتھ ملاقات نہیں کرنے دی جاتی۔ ان کو کھانے پینے وغیرہ کے لیے پیسے نہیں بھیجنے دیے جاتے اور انہیں کوئی سہولت نہیں دی جاتی۔ جناب چیئرمین! انہوں نے ایک اعلان کیا تھا کہ ایک white file ہے، ایک black file ہے اور ایک red file ہے۔ ہم نے مطالبہ بھی کیا تھا اور ہم نے تجویز بھی دی تھی کہ red and black files میں شامل لوگوں کو آپ عدالتوں میں پیش کریں، ان پر فرد جرم عائد کرکے، ان کے خلاف مقدمات چلائے جائیں اور انہیں سزائیں دی جائیں اور جو white file والے لوگ ہیں انہیں پارلیمنٹ کے ممبر یا علاقے کے بڑے لوگوں کی ضمانت پر رہا کیا جائے لیکن آج تک اس بات پر کوئی توجہ نہیں دی گئی ہے۔ ہم لوگ شدید مشکلات سے دوچار ہیں۔ عید کا موقع ہے۔ اس لیے میری گزارش ہے اور میں آپ کی وساطت سے باقاعدہ درخواست کرتا ہوں کہ اس سلسلے میں ان لوگوں کی مدد کی جائے۔ ان گرفتار لوگوں کے خاندان والے ہمارے پاس آکر پڑے رہتے ہیں، ان کے بیوی، بچے روتے رہتے ہیں۔ ان کے خلاف ضرور قانونی کارروائی کریں لیکن جو white file والے لوگ ہیں، ان کو ممبران پارلیمنٹ، علاقے کے بڑے یا سیاسی لوگوں کی سفارش پر رہا کردیا جائے۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب! آپ اس کو دیکھ لیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب چیئرمین! اس پر I can have a meeting with the Minister for Interior. مولانا صاحب اور ہم اکھٹے بیٹھ جاتے ہیں and we will discuss the issue over there.

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ ان کی grievances کو meet کیا جائے۔ جی چوہدری صاحب۔

سینیٹر چوہدری شجاعت حسین: جناب چیئرمین! کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج مہنگائی پر بحث ہو رہی ہے اور یہ اس وقت ملک کا اصل مسئلہ ہے جبکہ یہاں پر کوئی بھی وفاقی وزیر یا وزیر مملکت موجود نہیں ہے اور ممبران کی تعداد بھی بہت کم ہے۔

جناب چیئرمین: آج تو ممبران کی تعداد واقعی کم ہے۔ میرے خیال میں opposition benches پر بھی دو تین ممبران ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب چیئرمین! آج Private Members Day ہے۔

سینیٹر چوہدری شجاعت حسین: جناب والا! میں کورم کو point out کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: چلیں ٹھیک ہے، ویسے بھی مغرب کا وقت ہو گیا ہے۔ بخاری صاحب! اس وقت اٹھارہ ممبران موجود ہیں۔ ٹھیک ہے گھنٹیاں بجائیں، rules کے مطابق چلیں۔ چوہدری صاحب نے تو point out کر دیا ہے، now we will have to follow the rules.

(کورم کم ہونے کی صورت میں پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی گئیں اور ممبران کی گنتی کی گئی)

جناب چیئرمین: 23 ممبر ہیں۔ جی بخاری صاحب۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bukhari: Required number is 25?

جناب چیئرمین: 25، ٹھیک ہے، میرا خیال ہے ویسے بھی مغرب کا وقت ہو گیا ہے۔

راجہ محمد ظفر الحق: 25 ممبران موجود ہیں کیونکہ یہ impression بڑا غلط جائے گا کہ members are not interested. اگر یہاں موجود ہیں تو میرے خیال میں پتا کر لیں۔ ذرا بلوا لیں۔

جناب چیئرمین: دیکھ لیں چوہدری صاحب۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: Impression بڑا غلط جائے گا۔ خواتین بیٹھی ہیں۔ جو ادھر ہیں ان کو لے آئیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: آپ کے لیے سب برابر ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ فکر نہ کریں میں rules کے مطابق ہی چلوں گا، بلیدی صاحب آپ فکر نہ کیجئے۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: آ گئے ہیں، کتنے چوبیس ہو گئے ہیں؟

Mr. Chairman: Members are sitting in the lobbies.

بخاری صاحب کہاں گئے ہیں؟ اس کا مطلب ہے کافی members بیٹھے ہوئے تھے۔ اچھا چوہدری شجاعت صاحب نے کورم پورا کر دیا ہے؟ .Thank you Chaudhry Sahib بہت بہت شکریہ آپ کا۔ Count کر لیجئے جناب۔ اچھا 29 ہو گئے ہیں؟ جی ٹھیک ہے۔ اچھا point of orders بھی ختم ہو گئے ہیں۔ جی بلیدی صاحب آپ کا کوئی Point of order ہے؟

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! ایک بہت اہم مسئلے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ جو ہماری Standing Committees کی meetings ہوتی ہیں، ان کے لیے ہم departments سے، ministries سے پوچھ کر ان کی meeting کی تاریخ مقرر کرتے ہیں۔ وہ خود کہتے ہیں کہ جی ہم اس تاریخ میں available ہوں گے اور ہم آئیں گے۔ جب ہم تمام مصروفیات چھوڑ کر اتنی دور سے، بلوچستان سے، خیبر پختونخوا وغیرہ سے meeting کے لیے آتے ہیں تو آٹھ گھنٹے، دس گھنٹے اور بارہ گھنٹے کے نوٹس پر وہ meetings cancel کر دی جاتی ہیں مثلاً آج Communications کی sub-committee کی ایک meeting بلائی گئی تھی۔ میں بلوچستان گیا ہوا تھا اور meeting attend کرنے کی غرض سے وہاں سے آیا ہوں۔ رات بارہ بجے مجھے letter ملا کہ جی meeting cancel کر دی گئی ہے۔ پارلیمنٹ بالادست ہے اور ایوان صدر اور ایوان وزیر اعظم پارلیمنٹ کو جواب دہ ہیں۔ آپ ذرا اس چیز کا نوٹس لیں کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ آپ باقاعدہ ان کو instructions دے دیں کہ اس طرح نہیں ہونا چاہیے۔ جب ہم department سے پوچھ کر meeting کی تاریخ مقرر کرتے ہیں تو ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یہ ہمارے ساتھ زیادتی ہے اور اس طرح کمیٹی کی حیثیت بھی متاثر ہوتی ہے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ آپ اس کا نوٹس لیں اور جو meeting آج بارہ بجے cancel ہوئی، اس کا کیا تک ہے؟ ذرا اس کے بارے میں ہمیں بتایا جائے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، جی زاہد صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ جناب، جس طرح بلیدی صاحب نے فرمایا میرا بھی یہی نکتہ ہے۔ اسی طرح جس طریقے سے ہمارے ساتھ ہاؤس میں وزراء صاحبان جو سلوک کر رہے ہیں، آپ دیکھ رہے ہیں جیسے کئی ممبران نے نشان دہی کی کہ یہاں کوئی minister نہیں۔ بخاری صاحب کا میں بہت احترام کرتا ہوں۔ نیشنل اسمبلی کا اجلاس ابھی شروع نہیں ہوا ہے۔ چار ساڑھے چار بجے ان کا time تھا اور یہاں ایک وزیر بھی موجود نہیں ہے۔ اسی طریقے سے کمیٹیوں کے یہاں پر جتنے بھی چیئرمین یا ممبر بیٹھے ہوئے ہیں ان سے پوچھیں کہ ہمیشہ سے یہی کیا جاتا ہے کہ جب بھی کوئی meeting بلائی جاتی ہے اور ہمارے بہت سارے مسائل اسی لیے prolong ہو رہے ہیں کہ وزراء صاحبان کہتے ہیں کہ جی ہمیں صدر صاحب نے بلالیا، اس meeting کو cancel کر دیں۔ پھر کبھی کہتے ہے ہیں کہ ہمیں Prime Minister نے بلالیا، لہٰذا آپ cancel کر دیں۔ میرا خیال ہے کہ کچھ ممبر بولیں گے نہیں لیکن یہ سب کے ساتھ یہی کچھ ہو رہا ہے۔ میرے خیال میں Communications کمیٹی کے چیئرمین سامنے بیٹھے ہیں۔ دس دفعہ ہماری اسی طرح meetings cancel ہوئی ہیں اور ہمیشہ یہی کہا گیا کہ ہمیں کراچی میں بلایا گیا ہے، ہمیں پنجاب میں بلایا گیا ہے، ہمیں ایوان صدر میں بلایا گیا ہے، ہمیں وزیر اعظم ہاؤس میں بلایا گیا۔ یا تو پھر آپ ان committees کو ختم کر دیں۔ اگر ان کی افادیت ہے، ان کا کوئی کام ہے تو پھر Ministers کو آپ instructions جاری کر دیں کہ وہ پارلیمنٹ کے ساتھ ایسا سلوک روا نہ رکھیں کہ اگر آپ ممبروں کا احترام نہیں کریں گے تو پھر عوام کیسے کریں گے؟

Mr. Chairman: Thank you, yes, Badini Sahib.

سینیٹر میر ولی محمد بادینی: شکریہ چیئرمین صاحب، میں ان کی مکمل تائید کرتا ہوں اور ہمارے پاس ریکارڈ بھی ہے۔ میں آپ کو ریکارڈ بھی پیش کروں گا۔ عین موقع پر letter آجاتا ہے کہ ہمیں صدر صاحب نے بلایا ہے، وزیر اعظم صاحب نے بلایا ہے۔ آپ meeting cancel کر دیں۔ یہ بلیدی صاحب اور زاہد خان بالکل صحیح کہہ رہے ہیں۔ آج ان کی meeting تھی۔ کل تک معاملہ صحیح تھا لیکن آج meeting cancel کر دی گئی ہے۔ کوئی لاہور سے آرہا ہے کوئی تربت سے آرہا ہے، کوئی کہیں سے آرہا ہے۔ مہربانی کر کے آپ اس پر action لیں۔ کچھ نہ کچھ تو پتا چلے کہ یہ پارلیمنٹ کے آدمی ہیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، آپ کی بات آگئی ہے۔ جی ریحانہ یحیٰ صاحبہ۔

سینیٹر ریحانہ یحیٰ بلوچ: جی last week I was not here, communications. پر مجھے یاد آیا کہ جب یہاں پر questions raise ہو گئے تھے۔ Minister Sahib نے جواب دیا تھا، ولی بادینی اور کلثوم صاحبہ کو کہ because of law and order ہمارے roads بھی بن رہے ہیں۔ اگر وہ provinces سے صحیح information لے لیں تو ہمارے ساتھی جو وہاں رہتے ہیں وہ گواہ رہیں گے کہ ہماری ایک کمپنی نے اپنے پورے کام مکمل کیے ہیں جبکہ دوسری site پر یہ کام نامکمل ہیں۔ Law and order صرف ایک بندے کے لیے ہے اور دوسرے کے لیے نہیں ہے۔ اس کا بھی آپ نوٹس لیں۔

جناب چیئرمین: جی، عبدالغفار قریشی صاحب۔

سینیٹر عبدالغفار قریشی: یہاں پر صرف کمیٹی کی meetings بلانے کا بھی ایک issue ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ committees کی سفارشات پر عمل درآمد کرانے کا بھی ایک issue ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ رضا ربانی صاحب کی کمیٹی جو اس وقت آئین میں ترامیم کے لیے دوبارہ سر جوڑ کر بیٹھی ہوئی ہے، ہمارا یہ مسئلہ اس کے پاس refer کیا جائے تاکہ یہ اس پر بھی کوئی ایسا قانون بنائے کہ حکومت پابند ہو کہ وہ کمیٹی کی سفارشات پر عمل کرے اور اس ہاؤس سے جو بھی سفارشات جاتی ہیں ان کی ایک اہمیت اور importance ہونی چاہیے۔

جناب چیئرمین: یہ کام Rules of Procedures کی کمیٹی کے ذمہ لگا ہوا ہے اور وہ یہ کام کر رہے ہیں۔

سینیٹر عبدالغفار قریشی: اس وقت ہمارا tenure پورا ہو جائے گا۔

جناب چیئرمین: نہیں، نہیں Tahir Mashhadi Sahib is working on it. سب کو علم ہے، زاہد صاحب کو بھی اس بات کا علم ہے۔ ان کو میں نے directions دی ہیں وہ بڑی تیزی سے کام کر رہے ہیں۔ سواتی صاحب! آپ کچھ فرمائیں گے، ضرور ضرور۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب والا! جو کمیٹی کی بات ہوئی ہے تو مجھے انتہائی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے، میں دوسری بار یہ کہہ رہا ہوں کہ Science and Technology کی آج تک ایک meeting بھی نہیں ہوئی۔ مجھے اس پر انتہائی افسوس ہے۔

جناب چیئرمین: اس کا Chairperson کون ہے؟

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: جناب، آپ کسی اور کو چیئرمین بنا دیں۔ آخر سینیٹ کے معاملات ہیں، ممبران کے معاملات ہیں۔ یہ ایوان بالا ہے اگر ایک meeting بھی نہیں ہوگی تو پھر ہم اور کیا کریں گے؟

جناب چیئرمین: جی، I have taken notice of it. بخاری صاحب آپ کچھ روشنی ڈالیں گے؟ جو ministers نہیں آتے ہیں، جو شکایت ہے؟ Last minute پر cancellation ہو جاتی ہے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب! Standing Committees کی meetings کی؟

جناب چیئرمین: جی، Standing Committees کی جیسے بلیدی صاحب نے بھی بات کی، زاہد صاحب نے یہی بات کی، بادینی صاحب نے بھی یہی بات کی۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب! اس میں ویسے جو rules ہیں کہ ان کی consent لے کر پھر meeting رکھی جائے۔

جناب چیئرمین: جی مجھے پتا ہے کہ rules ہیں ان سے consent لے کر پھر وقت مقرر کیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ consent لینے کے باوجود بھی وہ نہیں آتے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: In spite of that اگر تو واقعی کوئی national importance کا معاملہ ہے تو they should be excused for it. لیکن اگر وہ خود time دے کر نہیں آتے تو پھر it is not fair with the Parliamentarians. میں یہی کہوں گا۔

جناب چیئرمین: زیادہ تر Ministers for State آتے ہیں، ان کو تو آنا چاہیے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: اگر ان کی consent سے meeting رکھی گئی ہے تو obviously, they should have to attend that meeting.

جناب چیئرمین: زاہد صاحب، I will look into it in the Chamber. مجھے شکایت پہنچ گئی ہے۔

Don't worry, grievances of the parliamentarians and the Senators would be removed *Insha-Allah*. I think, we have completed the business. The House stands adjourned to meet again on Wednesday, the 10th November, 2010 at 3.00 p.m.

[The House was then adjourned to meet again on Wednesday, the 10th November, 2010 at 3.00 p.m.]